57

قیام امن مومن کا فرض ہے

(فرمودہ ۳۰ ر جون ۱۹۲۲ء)

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے امن اور عدل کے قائم رکھنے کے لئے کچھ قواعد مقرر فرمائے ہیں وہ قوانین اس قسم کے ہیں کہ ان کو نظرانداز کرنے اور ان سے لاپرواہی کرنے سے نہ تو کوئی خود امن سے رہ سکتا ہے نہ دوسرے رہ سکتے ہیں۔ تم یہ بات ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ بلا امن کے بھی کوئی آرام میسر ہو سکتا ہے۔ دنیا میں جتنی بے چینیاں ہیں۔ وہ سب بے امنی کا نتیجہ ہیں۔ بلکہ بے اطمینانی نام ہی بے امنی کا ہے۔ غور کرو جس شخص کی آنکھ۔ ناک۔ کان۔ زبان۔ انتڑی۔ معدہ۔ پھیپڑا۔ جگر۔ دل۔ تلی وغیرہ سب امن میں ہوں کیا وہ بے آرام ہوا کرتا ہے۔ انسان کب بے آرام ہوتا ہے تبھی جب اس کے جسم میں امن نہیں رہتا۔ اس کے جسم کے کسی حصہ میں جنگ شروع ہوتی ہے۔ وہ تمام بے چینیاں جو جسم سے متعلق ہیں۔ تب ہی ہوتی ہیں جب جسم کے کسی حصہ میں بے امنی ہو۔ یہی حالت جذبات اور خیالات میں بے چینی کی ہے۔ دل کی بے چینی کو اگر دیکھو تو وہ بھی بے سبب نہیں ہوتی کوئی چیز ہوتی ہے جو اس پر حملہ کرتی ہے۔ اور دل کی پیاری چیز کو دکھ پہنچاتی ہے۔ تب دل میں بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ رشتہ داروں یا جذبات میں' دین کے معاملات میں' تمدنی یا سیاسی حالات میں بے امنی ہی کا نتیجہ بے اطمینانی ہوتی ہے۔ کیا وہ ملک بھی غیر مطمئن ہوتے ہیں جن کو کسی دشمن کا خوف نہیں ہوتا اور ان پر کوئی حملہ نہیں کرتا۔ غرض یہ بے چینی اور بے آرامی فقدان امن ہی کا نام ہے۔ جب امن اٹھ جائے یا اٹھ جانے کا اندیشہ ہو تب بے آرامی ہوتی ہے۔

پس کوئی نہیں کہہ سکتا کہ امن کی ضرورت نہیں۔ یا ہمیں چین اور اطمینان کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک شخص کے مدنظر آرام اور اطمینان ہوتا ہے۔ اگر ایک بے وقوف اور جاہل سے بھی پوچھا جائے کہ تم آرام و اطمینان چاہتے ہو یا بے آرامی اور بے اطمینانی تو وہ یہی کہے گا کہ مجھے آرام اور اطمینان کی ضرورت ہے انسانی زندگی کی ساری کی ساری کوششیں صرف ہی اطمینان اور آرام کے لئے ہوتی ہیں۔ انسان کھانا کیوں کھاتا ہے۔ کپڑا کیوں پہنتا ہے۔ مکان کیوں بناتا ہے۔ علم کیوں پڑھتا

اور محنت اور مشقت کیوں برداشت کرتا ہے۔ اس لئے کہ اس کو آرام ملے دنیا کے سب کے سب کام آرام اور خوشی کے حصول کے لئے ہوتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خوشی بغیر امن کے نہیں میسر آسکتی۔ کیونکہ ہر قسم کی بے چینی امن ہی کے اٹھ جانے کا نام ہے۔ اس لئے انسانی کوششوں کو وہ شخص لغو قرار دیتا ہے جو کہتا ہے کہ امن کی ضرورت نہیں۔ جب تک جسم امن میں نہ ہو۔ روح امن میں نہ ہو۔ متعلقین امن میں نہ ہوں۔ انسان امن میں نہیں ہوتا۔ کسی حصہ میں بے امنی ہو تو انسان بے امنی کی حالت میں ہوتا ہے۔

پس امن کا قائم رکھنا ضروری ہے۔ اسی کے قیام سے انسان کی زندگی خوش اور مطمئن زندگی ہوتی ہے۔ کئی دفعہ لوگ دھوکا کھاتے ہیں جبکہ وہ اس قسم کے واقعات کو دیکھتے ہیں کہ ایک جنگ کرکے بھی امن قائم کیا گیا۔ وہ کہہ دیتے ہیں کہ امن تو جنگ کے ذریعہ قائم ہوتا ہے۔ اصل میں وہ اس بات کو سمجھتے نہیں ہیں۔ اصل یہ ہے کہ خدا کا قانون جاری ہے کہ چھوٹی چیز کو بڑی کے لئے قربان کیا جاتا ہے دیکھو انسان بیمار ہوتا ہے۔ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدقے سے بیماریاں اور عذاب دور ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ لوگ جانور ذبح کرتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خوں ریزی کا نتیجہ امن ہے بلکہ امن نام ہے بڑی بے چینی کے دور کرنے کا اور وہ چھوٹی بے چینی یا خوں ریزی کے ذریعہ دور ہوتی ہے ایک ملک جو دوسرے کے مقابلہ میں اس لئے اٹھتا ہے کہ اس پر قبضہ کرے اور اس کو اپنے پیروں تلے روند ڈالے۔ اور وہاں کے لوگوں کو اپنا غلام بنائے۔ اب ظاہر ہے کہ غلامی ایک بڑی مصیبت ہے کیونکہ اس میں روح اور جسم دونوں پامال ہوتے ہیں۔ جو قوم بغیر کسی عذر ظاہری کے اپنے ملک کی توسیع کے لئے بڑھے وہ کبھی مفتوح قوم کے فوائد کو مد نظر نہیں رکھے گی۔ بلکہ ہر ایک حالت میں اس کو اپنے ہی فوائد مد نظر ہوں گے۔ ایسے حالات میں اگر چھوٹا ملک لڑے تو وہ حق بجانب ہوگا۔ اور اس جنگ میں اس کو خوں ریزی کرنی پڑے گی جس سے اس پر سے ایک بلا دور ہو جائے گی۔

اس پر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ امن نتیجہ ہے فساد کا اور خوں ریزی کا بلکہ یہ خونریزی اور فساد ایک اور بڑی خونریزی اور فساد سے بچانے کے لئے کی گئی۔ یا مثلاً ایک شخص کی آنکھ دکھتی ہے۔ ڈاکٹر اس میں کاسٹک یا کوئی اور تیزاب وغیرہ لگاتا ہے جس سے وہ گندا مواد خارج ہو جاتا ہے۔ یا جسم کے کسی حصہ میں پیپ پڑ جاتی ہے۔ اس پر پلٹس باندھی جاتی ہیں۔ یا وہاں نشتر لگائی جاتی ہے۔ اس کاسٹک یا نشتر یا پلٹس کا نتیجہ صحت نہیں۔ بلکہ ان کے ذریعہ جسم میں ایک خراش پیدا کی گئی ہے۔ جس نے جسم کو مرض کے شدید حملوں سے محفوظ کر دیا ہے۔ مگر لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے۔ شائد وہ امن کو ضروری چیز نہیں سمجھتے۔ جنگ وہیں کی جاتی ہے جہاں جنگ نہ کرنے کی صورت میں ایک

بڑی جنگ سر پر پہنچ جائے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مکہ والوں نے منصوبہ کیا کہ آپ سے ایک مذہبی جنگ کریں۔ اور چاہا کہ ایک خدا کے بندوں کو اس کی عبادت اور بندگی سے ہٹا کر بتوں اور مُردوں کے آگے ڈال دیں۔ اب وہ شخص جو بعث بعد الموت پر ایمان لاتا ہے۔ اور جو یقین رکھتا ہے۔ کہ روح مرتی نہیں۔ بلکہ ہمیشہ زندہ رہے گی اور یہ زندگی اس آنے والی زندگی کے مقابلہ میں بہت مختصر ہے۔ وہ کب گوارا کر سکتا ہے کہ یہاں خدا پرستی چھوڑ کر بت پرستی اختیار کرے۔ اس کی نظر میں اس دنیا کی کچھ بھی وقعت نہیں ہوگی۔ وہ خدا کے تعلق کے مقابلہ میں ہر ایک تعلق کو موت خیال کرے گا۔ پس چونکہ وہ جسم کے ساتھ روح کو بھی پامال کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے ان کی تلوار کے مقابلہ میں تلوار اٹھائی گئی۔ کہ ان کے روحانی حملے کو دفع کریں۔ اور یہ جنگ اس لئے کی گئی کہ اس چھوٹی جنگ کے ذریعہ بڑی جنگ اور بڑی آفت سے مقابلہ نہ کرنا پڑے۔ آنکھ میں کاسٹک لگانا صحت نہیں بلکہ اس کے ذریعہ جو مادہ خارج ہوتا ہے اس سے صحت ہوتی ہے۔ پلٹس یا نشتر سے صحت نہیں ہوتی بلکہ اندرونی فساد کے مقابلہ میں ایک چھوٹی خراش پیدا کی جاتی ہے جس کے ذریعہ فاسد مادہ خارج ہو کر صحت ہو جاتی ہے۔ پس یاد رکھو کہ بعض دفعہ چھوٹی جنگیں بڑی جنگ سے بچنے کے لئے کی جاتی ہیں۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ فساد بھی امن کا ذریعہ ہے۔ یا امن ہی ضروری چیز نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں امن ہی ایک بڑی چیز ہے۔ اور اسی کی تلاش ساری دنیا کو ہونی چاہیئے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ امن قائم رکھے۔ مسلمان کے دو نام ہیں۔ تیسرا نام ہمیں قرآن کریم سے نہیں معلوم ہوتا۔ ایک مومن دوسرا مسلم۔ ان دونوں لفظوں کے یہی معنی ہیں کہ لوگوں کو امن دینے والا۔ مسلم سلامتی سے نکلا ہے اور مومن امن سے۔ اسلام کی غرض یہ ہے کہ امن دنیا میں قائم کیا جائے۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے بہت دفعہ نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے مگر ایمان اور اسلام کی علامت یہ ہے کہ اگر موقع ہو تو نقصان اٹھا کر بھی امن قائم رکھا جائے۔

یہ مت خیال کرو کہ امن قائم کرنے والے کو دنیا کچل دے گی۔ جب تک خدا کے احکام کی پیروی کرتے ہو تو تم تباہ نہیں ہو سکتے اگر الٰہی احکام کی پابندی کرتے ہوئے تم ہلاک ہو جاؤ تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ کوئی خدا نہیں کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا ایک حکم دے اور انسان اس کی پابندی کرے اور پھر اس کو ہلاک اور برباد ہو جانے دے۔ اگر کوئی شخص اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے میں کچلا جاتا ہے تو اس میں شک نہیں کہ اسلام جھوٹا ہے۔ اس بات کو فطرت مان ہی نہیں سکتی کہ ایک خدا ہے۔ اور وہ اپنے تخت حکومت پر ہے۔ اور وہ دیکھ رہا ہے کہ ایک شخص اس کے دین کی اشاعت میں سرگرم ہے اور اپنی ہر ایک چیز اس کی راہ میں قربان کر رہا ہے۔ دراں حالیکہ وہ ہر طرح

چست ہے۔ اور ہوشیار ہے اور اس میں کوئی سستی نہیں وہ محض خدا کے لئے کرتا ہے۔ مگر وہ اس کو تباہ ہو جانے دے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے والا تباہ ہو جائے۔ اگر شریر لوگ کسی امن پسند انسان سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہیں اور شرارت سے باز نہ آئیں تو پھر ان سے جنگ جائز ہے۔ مگر اس جنگ کی حیثیت وہی ہے جو نشتر اور پولس کی ہوتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کی اس وقت بعض مسلمانوں نے کہا کہ یہ دب کر صلح کی گئی۔ جیسا کہ ہمارے متعلق کہا جاتا ہے۔ بعض صحابہ کا خیال تھا کہ اسلام کے حقوق کی پوری حفاظت نہیں کی۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا تھا وہ خدا تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق کیا۔ اس لئے آپ کو اس سے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس معاہدے کی دو شرطیں ایسی تھیں جن کو کمزور خیال کیا جاتا تھا ایک شرط یہ تھی کہ اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے اور آنحضرتؐ سے جدا ہو کر مکہ والوں کے پاس چلا جائے گا تو وہ واپس نہ لیا جائے۔ اور اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر آنحضرتؐ کے پاس چلا آئے تو آپ اس کو مکے والوں کے پاس واپس کر دیں گے۔ بظاہر یہ کمزوری کی شرط تھی۔ مکہ والوں میں سے بعض شخص مسلمان ہو کر مکہ سے بھاگ آئے۔ اور ان کے تعاقب میں مکہ کے لوگ آئے۔ جب وہ مسلمان آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچے تو کافروں نے کہا کہ آپ کا معاہدہ ہے کہ آپ مکہ سے آنے والوں کو واپس کر دیں گے۔ اپنے معاہدہ کو پورا کیجئے آپؐ نے فرمایا نبی معاہدہ شکن نہیں ہوتے آپ اس کو لے جائیں۔ وہ لے گئے مگر اس نے ایک کو موقع پا کر راستہ میں قتل کر ڈالا اور دوسرا بھاگ گیا۔ پھر آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا کہ آپ نے اپنا معاہدہ پورا کر دیا۔ اب میں خود بچ کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم چلے جاؤ۔ ہم معاہدہ کے خلاف نہیں کر سکتے۔ وہ وہاں سے بھاگ کر شام کے اس راستہ پر بیٹھ گیا۔ جہاں سے مکہ والوں کے قافلے گذرتے تھے۔ اور مکہ سے اور نو مسلم بھی آ آکر اس سے ملتے گئے۔ اور چونکہ ان سے ان کی جنگ تھی اس لئے انہوں نے مکہ والوں کے قافلے لوٹنے شروع کئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مکہ والوں نے خود عرض کیا کہ آپؐ ان کو بلا لیجئے اور ہم اس شرط سے باز آئے۔

دوسری شرط یہ تھی کہ جو قوم جس سے ملنا چاہے وہ اس سے مل جائے۔ ان کو خیال تھا کہ لوگ آنحضرتؐ سے خوف کی وجہ سے ملتے ہیں۔ جب ہم نے یہ شرط منوالی تو سب لوگ آپ سے جدا ہو کر ہم سے مل جائیں گے۔ مگر جب یہ شرط ہوئی تو کچھ قبیلے آپ سے مل گئے اور کچھ مکہ والوں سے مل گئے۔ اور یہ بھی شرط تھی کہ ایک دوسرے کے حلیف پر بھی حملہ نہیں کیا جائے گا۔ مگر مکہ والوں نے آنحضرتؐ کی ایک حلیف قوم پر شب خون مارا۔ اور ان کے بہت سے آدمیوں کو قتل اور زخمی کیا۔ یہ کوئی پوشیدہ رہنے والی بات نہ تھی۔ آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے مکہ پر چڑھائی کر دی۔ وہ

جگہ جہاں آپ کو عمرے کے لئے بھی داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ اس میں آپ بحیثیت ایک فاتح کے داخل ہوئے۔ مکہ والے اس پر اعتراض نہیں کر سکتے تھے آنحضرتؐ نے مکہ والوں سے غداری نہیں کی بلکہ مکہ والوں نے معاہدہ شکنی میں غداری سے کام لیا۔ اور وہی صلح جس کو وہ اپنے لئے فتح سمجھتے تھے۔ ان کے لئے وبال ہوگئی۔ا۔ پس جو خدا کے احکام پر عمل کرتے ہیں خدا تعالیٰ ان کی فلاح و بہبود کے خود سامان کر دیتا ہے۔ یہ خیال نہ کرو کہ جو قربانی کرتا ہے اور اپنے حقوق خدا کے لئے چھوڑتا ہے وہ تباہ ہو جائے گا۔ جو خدا عفو کی تعلیم دیتا ہے وہ ظالم کے ظلم کے نقصان سے بھی بچا سکتا ہے۔

(الفضل ۶ ر جولائی ۱۹۲۲ء)

ا۔ بخاری کتاب الشروط و سیرت ابن ہشام حالات غزوۂ حدیبیہ